

تفہیم القرآن

النصر

نام | پہلی آیت اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ کے لفظ نصر کو اس سورہ کا نام قرار دیا گیا ہے۔
زمانہ نزول | حضرت عبداللہ بن عباس کا بیان ہے کہ یہ قرآن مجید کی آخری سورت ہے، یعنی اس کے بعد کوئی مکمل سورت حضور پر نازل نہیں ہوئی (مسلم، نسائی، طبرانی، ابن ابی شیبہ، ابن مردودہ)۔ حضرت

لے مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بعد بعض آیات نازل ہوتی ہیں لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ قرآن کی وہ آیت کونسی ہے جو حضور پر سب کے آخر میں نازل ہوئی بخاری و مسلم میں حضرت براؤن عازب کی روایت یہ ہے کہ سورہ نساء کی آخری آیت يَسْتَفْتُونَكَ، قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَامِ ہے۔ امام بخاری نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ آیت ربو، یعنی جس آیت میں سود کی حرمت کا حکم دیا گیا ہے، قرآن کی سب سے آخری آیت ہے۔ اس کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد، ابن ماجہ اور ابن مردودہ نے حضرت عمرؓ سے نقل کی ہیں، مگر ان میں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ یہ آخری آیت ہے، بلکہ حضرت عمرؓ کا قول یہ ہے کہ یہ سب کے آخر میں نازل ہونے والی آیات میں سے ہے۔ ابو عبید نے فضائل القرآن میں امام زہری کا، اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت سعید بن مسیب کا قول نقل کیا ہے کہ آیت ربو اور آیت دین (یعنی سورہ بقرہ رکوع ۲۸ و ۲۹) قرآن میں نازل ہونے والی آخری آیات ہیں۔ نسائی، ابن مردودہ اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس کا ایک دوسرا قول نقل کیا ہے کہ وَالْقَوْمَ اَيُّوَمَا تَوَجَّعُونَ فِيهِ (البقرہ ۲۸) قرآن کی آخری آیت ہے۔ الثیرابی نے اپنی تفسیر میں ابی عباس کا جو قول نقل کیا ہے اس میں یہ اضافہ ہے کہ یہ آیت حضور کی وفات سے ۸۱ دن پہلے نازل ہوئی تھی، اور سعید بن جبیر کا قول جو ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے اس میں اس آیت کے نزول اور حضور کی وفات کے درمیان صرف ۹ دن کا فصل بیان کیا گیا ہے۔ امام احمد کی سند اور امام حاکم کی المستدرک میں ابی بن کعب کی روایت یہ ہے کہ سورہ توبہ کی آیات ۱۲۸-۱۲۹ سب سے آخر میں نازل ہوئی ہیں۔

عبداللہ بن عمر کی روایت ہے کہ یہ سورت حجۃ الوداع کے موقع پر آیاتم شرقی کے وسط میں بمقام منیٰ نازل ہوئی اور اس کے بعد حضور نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر اپنا مشہور خطبہ ارشاد فرمایا (ترتیبی، تہذیب، تہذیب، تہذیب) ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابویعلیٰ، ابن مردودیہ، بیہقی نے کتاب الحج میں حضرت سرائر بنت نبہان کی روایت سے حضور کا وہ خطبہ نقل کیا ہے جو آپ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ: ”میں نے حجۃ الوداع میں حضور کو یہ فرماتے سنا کہ لوگو، جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا یہ آیاتم شرقی کے بیچ کا دن ہے۔ پھر آپ نے پوچھا جانتے ہو یہ کونسا مقام ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا مشعر حرام ہے۔ پھر حضور نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا، شاید اس کے بعد میں تم سے نہ مل سکوں۔ خبردار رہو، تمہارے خون اور تمہاری عرقیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن اور یہ مقام حرام ہے، یہاں تک کہ تم اپنے رب کے سامنے حاضر ہو اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے۔ سنو، یہ بات تم میں سے قریب والا دور والے تک پہنچا دے۔ سنو، کیا میں نے تمہیں پہنچا دیا؟ اس کے بعد جب ہم لوگ مدینہ واپس ہوئے تو کچھ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ حضور کا انتقال ہو گیا۔“

ان دونوں روایتوں کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ نصر کے نزول اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے درمیان ۳ مہینے کچھ دن کا فصل تھا، کیونکہ تاریخ کی رو سے حجۃ الوداع اور حضور کے وصال کے درمیان اتنا ہی زمانہ گزرا تھا۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جب یہ سورہ نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا مجھے میری وفات کی خبر دی گئی ہے اور میرا وقت آن پورا ہوا (مسند احمد، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردودیہ)۔ دوسری روایات جو حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہوئی ہیں ان میں بیان کیا گیا ہے کہ اس سورۃ کے نزول سے حضور نے یہ سمجھ لیا تھا کہ آپ کو دنیا سے رخصت ہونے کی اطلاع دے دی گئی ہے (مسند احمد، ابن جریر، طبرانی، نسائی، ابن ابی حاتم، ابن مردودیہ)۔

ام المؤمنین حضرت اُم حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو حضور نے فرمایا اس سال میرا انتقال ہونے والا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت فاطمہؓ روئیں۔ اس پر آپ نے فرمایا میرے

خاندان میں سے تم ہی سب سے پہلے مجھ سے اگر ملوگی۔ یہ سن کر وہ مہنس دیں (ابن ابی حاتم۔ ابن مردؤویہ)۔
 قریب قریب اسی مضمون کی روایت بیہقی نے ابن عباس سے نقل کی ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے غزوہ بدر میں شریک ہونے والے بڑے
 بڑے شیوخ کے ساتھ اپنی مجلس میں بلاتے تھے۔ یہ بات بعض بزرگوں کو ناگوار گزری اور انہوں نے
 کہا کہ ہمارے لڑکے بھی تو اسی لڑکے جیسے ہیں، اس کو خاص طور پر کیوں ہمارے ساتھ شریک مجلس کیا جاتا ہے؟
 (امام بخاری اور ابن جریر نے تصریح کی ہے کہ یہ بات کہنے والے حضرت عبدالرحمن بن عوف تھے)۔ حضرت
 عمرؓ نے فرمایا کہ علم کے لحاظ سے اس کا جو مقام ہے وہ آپ لوگ جانتے ہیں۔ پھر ایک روز انہوں نے شیوخ
 بدر کو بلایا اور مجھے بھی اُن کے ساتھ بلا لیا۔ میں سمجھ گیا کہ آج مجھے یہ دکھانے کے لیے بلایا گیا ہے کہ مجھ کو ان
 کی مجلس میں کیوں شریک کیا جاتا ہے۔ دوران گفتگو میں حضرت عمرؓ نے شیوخ بدر سے پوچھا کہ آپ حضرات
 اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ بعض نے کہا اس میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب
 اللہ کی نصرت آئے اور ہم کو فتح نصیب ہو تو ہم اللہ کی حمد اور اس سے استغفار کریں۔ بعض نے کہا اس سے
 مراد شہروں اور قلعوں کی فتح ہے۔ بعض خاموش رہے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے کہا ابن عباسؓ، کیا تم بھی
 یہی کہتے ہو؟ میں نے کہا، نہیں۔ انہوں نے پوچھا پھر تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا اس سے مراد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل ہے۔ اس میں حضورؐ کو خیر دی گئی ہے کہ جب اللہ کی نصرت آجائے اور فتح
 نصیب ہو جائے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا وقت آن پورا ہوا، اس کے بعد آپ اللہ
 کی حمد اور استغفار کریں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا میں بھی اُس کے سوا کچھ نہیں جانتا جو تم نے کہا ہے۔
 ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے شیوخ بدر سے فرمایا آپ لوگ مجھے کیسے ملتا
 کرتے ہیں جبکہ اس لڑکے کو اس مجلس میں شریک کرنے کی وجہ آپ نے دیکھ لی (بخاری، مسند احمد، ترمذی،
 ابن جریر، ابن مردؤویہ، بیہقی، ابن المنذر)۔

موضوع اور مضمون | جیسا کہ مندرجہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے، اس سورہ میں اللہ تعالیٰ نے
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتا دیا تھا کہ جب عرب میں اسلام کی فتح مکمل ہو جائے اور لوگ اللہ کے
 دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ کام مکمل ہو گیا جس کے لیے آپ دنیا
 میں بھیجے گئے تھے۔ اس کے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ اللہ کی حمد اور اس کی تسبیح کرنے میں مشغول ہو

جائیں کہ اُس کے فضل سے آپ آنا بڑا کام انجام دینے میں کامیاب ہوئے، اور اُس سے دعا کریں کہ اس خدمت کی انجام دہی میں جو ٹھنڈی چوک یا کوتاہی بھی آپ سے ہوئی ہو اُسے وہ معاف فرما دے۔ اس مقام پر آدمی غور کرے تو دیکھ سکتا ہے کہ ایک نبی اور ایک عام دنیوی رہنما کے درمیان کتنا عظیم فرق ہے کسی دنیوی رہنما کو اگر اپنی زندگی ہی میں وہ انقلاب عظیم برپا کرنے میں کامیابی نصیب ہو جائے جس کے لیے وہ کام کرنے اٹھا ہو تو اس کے لیے یہ جشن منانے اور اپنی قیادت پر فخر کرنے کا موقع ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اللہ کے پیغمبر کو ہم دیکھتے ہیں کہ اُس نے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں ایک پوری قوم کے عقائد و افکار، عادات، اخلاق، تمدن، تہذیب، معاشرت، معیشت، سیاست اور حربی قابلیت کو بالکل بدل ڈالا اور جہالت و جاہلیت میں ڈوبی ہوئی قوم کو اٹھا کر اس قابل بنادیا کہ وہ دنیا کو مستحضر کر ڈالے اور اقوام عالم کی امام بن جائے، مگر ایسا عظیم کارنامہ اس کے ہاتھوں انجام پانے کے بعد اُسے جشن منانے کا نہیں بلکہ اللہ کی حمد اور تسبیح کرنے اور اُس سے مغفرت کی دعا کرنے کا حکم دیا جاتا ہے، اور وہ پوری عاجزی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل میں لگ جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات سے پہلے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔ بعض روایات میں الفاظ یہ ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ، کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے کلمات ہیں جو آپ نے اب پڑھنے شروع کر دیئے ہیں؟ فرمایا میرے لیے ایک علامت مقرر کر دی گئی ہے کہ جب میں اُسے دیکھوں تو یہ الفاظ کہا کروں اور وہ ہے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ دُئِمْدَ أَحْمَدُ مُسْلِمٌ، ابن جریر، ابن المنذر، ابن مردودہ،۔ اسی سے ملتی جلتی بعض روایات میں حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپؐ اپنے رکوع و سجود میں بکثرت یہ الفاظ کہتے تھے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي۔ یہ قرآن (یعنی سورہ نصر) کی تاویل تھی جو آپؐ نے فرمائی تھی زنجاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر،۔

حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر آپؐ کے آخری نماز جات میں اٹھتے بیٹھتے اور جاتے آتے یہ الفاظ جاری رہتے: سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ۔ میں نے ایک روز پوچھا کہ یا رسول اللہ، آپ کثرت سے یہ ذکر کیوں کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر آپ نے یہ سورۃ پڑھی (ابن جریر)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ ذکر فرماتے رہتے: **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي، سُبْحَانَكَ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ** (ابن جریر، مسند احمد، ابن ابی حاتم)۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخرت کے لیے محنت و ریاضت کرنے میں اس قدر شدت کے ساتھ مشغول ہو گئے جتنے اس سے پہلے کبھی نہ ہوئے تھے (نسائی، طبرانی، ابن ابی حاتم، ابن مردودہ)۔

تصحیح اغلاط

تفہیم القرآن جلد سوم میں حسب ذیل مقامات کی اصلاح کر لی جائے:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۲	۴	بھٹک	بھٹک
۹۲	۷	ہمیشہ میرے	ہمیشہ ہمارے
۳۲۶	۳-۴	پھر آپ نے وہ لفظ استعمال کیا جو عربی زبان میں	پھر آپ نے وہ لفظ استعمال کیا جو عربی زبان میں صریحاً فعل
		خاص فعلِ مباشرت کے لیے بولا جاتا ہے اور غیر	مباشرت ہی کے لیے بولا جاتا ہے اور غیر
۴۲۷	۸-۹	جس روز تم اس کی طرف پٹو گے وہ تمہیں	جس روز لوگ اُس کی طرف پٹیں گے وہ انہیں بتا
		بتا دے گا کہ تم کیا کچھ کر کے آتے ہو	دے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آتے ہیں۔

تفہیم القرآن جلد پنجم میں حسب ذیل مقام کی اصلاح کر لی جائے:

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۹	۱۳-۱۴	حضرت عمرؓ نے اس پر نوافل اور صدقات ادا	حضرت عمرؓ نے اس گفتگو پر نام لے کر کہا کہ اُس
		کرتے رہتے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کو مستغفر فرمائے	موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی اور صدقات
		جو اُس روزانہ سے شانِ رسالت میں ہو گئی تھی۔	نوافل ادا کرتے رہتے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے